حضرت مسیح علیہ السلام کا

کفّارہ

یا

عیسویت کا آخری سہارا

گرنتھی

ٹریکٹ ملنے کا پتہ

عزیز ہوٹل ملتان فون ۲۲۹۵

www.aaiil.org

حضرت مسیح علیہ السلام کا کفارہ یا عیسویت کا آخری سہارا (۲)

اللہ تعالےٰ نے انسان کے اندر چند حواس ودیعت کئے ہیں۔ وجعلکم السمع والابصار والافئدہ ۱۶/۷۹ -

یعنی تمہیں اللہ نے سمع بصر اور دل دیئے ہیں۔ اور خارجی کائنات میں کچھ اشیاء ہیں جن پر ان حواس کا تصرف ہے۔ خلق لکم مافی الارض جمیعا ۲/۲۹ اور حکم فرمایا کہ ان اشیاء پر اپنے حواس کا صحیح استعمال کرو۔ وجعلکم السمع والابصار والافئدہ لعلکم تشکرون: ۱۶/۷۹ -

شکر کے معنی صحیح استعمال کے ہیں۔ پھر فرمایا کہ حواس کے غلط استعمال پر باز پرس ہوگی۔ ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا ۱۷/۳۶: نیکی اور بدی کوئی مجسم چیزیں نہیں ہیں۔ بلکہ انہیں (خدا کی ودیعت کی ہوئی) طاقتوں کے صحیح استعمال کا نام "نیکی" اور ان کے غلط استعمال کا نام "بدی" ہے مثال کے طور پر محبت اچھی صفت ہے لیکن جب انسان اپنے نبی یا مرشد سے بھی یحبونھم کحب اللہ ۲/۱۶۵ کے مصداق خدا سے بڑھ کر محبت کرے تو بھی گمراہی کہلاتی ہے۔ قوت واصلاح اچھی صفت ہے لیکن جب اس صفت حسنہ کا استعمال سختی سے کیا جاتا ہے تو اس کا نام غصہ ہو جاتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ہر ایک صفت غلط استعمال سے بدی بن جاتی ہے۔

منجملہ صفات حسنہ کے انسان کے اندر ایک صفت "سہولت پسندی"

ہے، اِنَّ الانسانُ خلقَ هلوعاً ۱۹

یعنی انسان کی تخلیق میں سہولت پسندی کا جوہر ہے، اسی جوہر کا نتیجہ ہے کہ اپنے سفر کو آسان کرنے کے لئے انسان نے جاندار سواریوں کو استعمال کیا۔ پھر کلیں ایجاد کیں جن کی بدولت ہزارہا میل کا سفر گھنٹوں میں طے ہونے لگا۔ اور ایک سفر ہی کیا موقوف ہے، ہر ایک کام کے لئے مشینیں بن گئی جن سے آسانی کے ساتھ کام سرانجام ہوتے ہیں۔ یہ سب سہولت پسندی کے جوہر کے کرشمے ہیں لیکن اس جوہر کے غلط استعمال سے انسان نے یہ عقیدہ بنا لیا کہ گناہ تو میں کروں۔ لیکن اس کی سزا میں تخفیف کا کوئی ذریعہ بن جائے کبھی یہ اپنے افعال کا ذمہ دار خدا کو سمجھ لیتا ہے، کبھی تقدیر کا سہارا لے کر دل کو تسلی دے لیتا ہے، کبھی شیطان کو ذمہ دار ٹھہرا لیتا ہے، کبھی شفاعت کا غلط مفہوم لیتا ہے کبھی یہ کہ گناہ کرتے چلو آخری وقت توبہ کر لیں گے، اور خدا بخش دے گا۔ اور کبھی یہ یقین کر لیتا ہے کہ میرے بعد میرے ورثا فدیہ دیکر مجھے عذاب سے بچا لیں گے

ازیں قبل ایک عقیدہ "کفارہ" ہے،

ہمارے عیسائی دوستوں نے جو ٹریکٹ تقسیم کئے ہیں (جن کا ذکر ہم نے اپنے سابقہ ٹریکٹ "انجیل مسیح علیہ" میں کیا ہے) ان میں اس عقیدہ کفارہ" پر کافی زور دیا گیا ہے، تفصیل اس کی حسب عقیدہ عیسائی صاحبان یوں ہے، کہ باوا آدم نے اور اماں حوا نے کوئی گناہ کیا۔ اور اب یہ گناہ نسل انسانی میں ورثتاً چلتا ہے، یعنی ایک انسان ساری عمر قطعاً کوئی گناہ نہ کرے تب بھی وہ گناہ گار ہے، کیونکہ اس کے باوا نے گناہ کیا تھا اس قسم کے گناہ کو موروثی گناہ

گناہ مانا گیا ہے۔ دوسری قسم کا گناہ وہ ہے جو انسان خود اپنی زندگی میں کماتا ہے، اسکو کسبی یا عارضی گناہ کہتے ہیں۔ اس طرح پر ایک انسان موروثی یا کسبی گناہ کے ذریعہ گناہ گار ہے اور خدا گناہ سے پاک ہے، اس لئے کوئی انسان گناہ سے ملوث ہوتا ہوا خدا سے نہیں مل سکتا۔ ادھر خدا عادل بھی ہے کہ گناہ کی سزا دے، اور رحیم بھی ہے کہ رحم کرے، اس لئے عدل و رحم کے تقاضہ سے (مجبور ہو کر) خدا نے انسان بنکر انسان کے گناہ اپنے ذمہ لئے، اور صلیب کی لعنتی موت برداشت کر کے نسل انسانی کو ہر دو قسم کے گناہوں کی سزا سے بچا لیا۔

الجواب

اول تو یہ خیال ہی غلط ہے، کہ ابتداً صرف ایک مرد پیدا ہوا۔ کیونکہ جو خدا ایک مرد پیدا کر سکتا ہے وہ ایک سے زیادہ پیدا کرنے پر کیوں قادر نہیں۔ کیوں بے وجہ سگے بھائی بہنوں کے تعلق زوجیت کو جائز قرار دیا جائے

دوم۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ سب انسان ایک ہی انسان کی اولاد ہیں تب بھی روح ہر ایک کی الگ ہے۔ اور والدین کے جسمانی عوارض تو بعض اوقات اولاد میں سرائیت کر جاتے ہیں (بعض اوقات اس لئے کہ تجربے سے ثابت ہوا ہے کہ اگر جذامی کے بچہ کو پیدا ہوتے ہی اس کی ماں سے الگ کر لیا جائے تو اسکو جذام کا مرض لاحق نہیں ہوتا) لیکن روحانی تاثرات کا معاملہ بالکل الگ ہے۔ کیونکہ روح ہر یک انسان کی الگ ہے جو جسم بننے کے بعد

ڈالی جاتی ہے، ثم سواہ ونفخ فیہ من روحہ ۳۲/۲۰۸

اس لیئے کسی کے گناہ کا اس کی نسل میں ورثہ کے طور پر جاری رہنا عقل ونقل دونوں کے خلاف ہے، پھر اس عقیدہ کو صحیح مان کر خود حضرت مسیح علیہ بھی گناہ سے پاک نہیں ٹھہر سکتے، کیونکہ آپ کے نسب نامہ میں مردوں میں یہوداہ اور داؤد اور عورتوں میں تامار، راحب اور بنت سبع زوجہ اوریاہ کے نام بھی آتے ہیں۔ متی باب اول۔ ان مردوں اور عورتوں کو بائیبل گنہگار تسلیم کیا گیا ہے، دیکھو کتاب پیدائش باب ۳۸ یشوع ۲/۲۵ + ۲ سموئیل باب ۱۱،

لیکن اسلام نہ صرف حضرت مسیح علیہ کو بلکہ جملہ انبیاء علیہ کو معصوم مانتا ہے، وقالوا اتخذ الرحمٰن ولداً سبحٰنہ بل عباد مکرمون۔ لا یسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون ۲۱/۲۶۔ ترجمہ: (عیسائی) کہتے ہیں کہ خدا نے بیٹا بنایا ہے وہ اللہ اس سے پاک ہے، بلکہ (عیسےٰ اور سب پیغمبر) خدا کے مکرم بندے ہیں وہ خدا کے احکام پر عمل کرتے تھے،

سوم: یہ بات کہ خدا پاک ہے اور بندہ گنہگار ہے اسلیئے خدا سے نہیں مل سکتا۔ اس لیئے بندے کو گناہ سے پاک کرنے کے لیئے کوئی کفارہ چاہیئے، ایک مبہم سی بات ہے کیونکہ خدا سے ملنے کے اگر یہ معنی ہیں کہ انسان خدا بن جائے تو یہ قطعاً ناممکن ہے انسان اپنی مخلوقی کمزوریاں اسکو خدا کا ہم سر نہیں بنا سکیں، اور اگر خدا سے ملنے کا یہ مطلب ہے کہ انسان خدا کے احکام پر پورا پورا کاربند ہو، تو یہ توفیق انسانوں کو یقیناً حاصل ہے، اسلیئے کسی کفارہ کی ضرورت نہیں، اور اگر کہو کہ خدا نے انسان کو ایسے احکام دیئے ہیں جن پر وہ چل نہیں سکتا تو یہ (نعوذ باللہ) خدا کا قصور ہے کہ انسان کو وسعت سے زیادہ احکام دے، لیکن قرآن کہتا ہے

لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا ۔ یعنی خدا نے کسی انسان کو اس کی وسعت سے بڑھکر تکلیف نہیں دی

کفارہ باطل ہے

ابتدا ء صرف ایک انسان پیدا ہوا۔ اس نے گناہ کیا۔ وہ گناہ اس کی نسل کے ورثہ میں آگیا اس لئے انسان فطرتاً گنہگار ہوگیا۔ خدا نے عدل و رحم کے تقاضہ سے مجبور ہو کر خود مجسم ہو کر انسان کے گناہ کا کفارہ دیدیا۔ اور انسان کو سزا سے بچا لیا۔ ان مسلّم بے اصولی باتوں کو تسلیم کرنے کے باوجود بھی کفارہ باطل ہے کیونکہ انسان سزا سے بچ نہ سکا۔ موروثی یا جبلی گناہ کی سزا کے متعلق بائیل میں لکھا ہے کہ "خدا نے حوّا سے کہا میں تیرے حمل میں درد کو بہت بڑھاؤنگا اور درد سے تو لڑکے جنیگی ... اور آدم سے کہا تو اپنے پسینہ کی روٹی کھائیگا۔ پیدائش باب ۳ آیت ۱۶ تا ۱۹

یہ ہے اس آدم اور حوّا کے گناہ کی سزا کہ عورت درد سے بچہ جنیگی اور مرد پسینہ کی کمائی کھائیگا۔ اب یہ دونوں سزائیں دنیا میں موجود ہیں۔ جب سزا موقوف نہیں ہوئی تو کفارہ باطل ہوا۔ کم از کم عیسائی گھرانوں میں سے تو یہ سزا اٹھ جاتی۔ بلکہ دیکھا یہ گیا ہے کہ خانہ بدوش گھرانوں کی عورتیں بآسانی بچہ جن کر اس وقت اسکو اٹھا کر چل دیتی ہیں۔ بخلاف اسکے عیسائی عورتیں طبی امداد اور سہولتوں کے باوجود درد زہ کی شدت محسوس کرتی ہیں اور ایسا ہی عیسائی مرد بھی سب پسینہ کی کمائی سے روٹی کماتے ہیں۔ جب سزا موجود ہے تو کفارہ باطل ہوا۔ دوسرے یعنی کسبی گناہ کی سزا موت ہے۔ دیکھو رومیوں $\frac{6}{23}$ یہ موت کی سزا بھی دنیا میں بدستور موجود ہے یعنی کہ کفارہ کے ماننے والے بھی مرتے ہیں تو جبکہ دونوں قسم کے گناہوں کی سزا موقوف نہیں ہوئی تو کفارہ خود باطل ہوگیا۔ پھر ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر کفارہ کے بغیر انسان گناہ سے پاک نہیں

اور خدا سے مل نہیں سکتا۔ اور گناہ سے بچ نہیں سکتا۔ تو پھر مسیح علیہ سے پہلی امتوں کیلئے کونسا کفارہ تھا۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ کو تو صرف دو ہزار سال ہی ہوئے ہیں۔ اگر پہلی امتیں بغیر کفارہ کے نجات پا گئیں تو کفارہ باطل اور اگر وہ نجات نہیں پا سکیں تو خدا کا قصور کہ انکو کفارہ سے محروم رکھا۔ کیوں نہ ابتدا ہی میں کفارہ دیدیا۔

آیات قرآن اور کفارہ

قرآن مجید میں لفظ کفارہ تین جگہ استعمال ہوا ہے لیکن وہ ان معنوں میں نہیں ہے کہ ایک کا گناہ کسی دوسرے کو سزا دیجائے۔ بلکہ کفارہ سزا کی ایک قسم ہے جو مجرم کو خود بھگتنا پڑتی ہے جیسے کوئی حاکم کسی مقدمہ کا فیصلہ یوں لکھے کہ مجرم کو پانچ ماہ قید یا پانچ صد روپیہ جرمانہ کی سزا دی جاتی ہے اس طرح کی ایک سزا کو دوسری سزا کا کفارہ کہا جا سکتا ہے، آیت قرآن یوں ہے

لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان فکفارتہٗ اطعام عشرۃ مسٰکین من اوسط ما تطعمون اھلیکم او کسوتھم او تحریر رقبۃ فمن لم یجد فصیام ثلٰثۃ ایام ذالک کفارۃ ایمانکم اذا حلفتم۔ واحفظوا ایمانکم ۵/۸۹

ترجمہ:۔ اللہ لغو قسموں پر تمہیں گرفت نہیں کریگا۔ لیکن صحیح اور پختہ قسموں پر گرفت کرے گا۔ سو صحیح اور پختہ قسم کے توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دس کے مسکینوں کو اوسط درجہ کا کھانا کھلاؤ جیسا کہ تم اپنے گھر والوں کو کھلایا کرتے ہو یا انکو کپڑا پہناؤ یا غلام آزاد کرو۔ پھر جسکو یہ میسر نہ ہو وہ تین دن کے روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے۔ جب تم قسم کو پختہ کرو اور صحیح قسموں کی حفاظت کرو۔ پس کفارہ سزا کی ایک قسم ہے، بائیبل میں بھی اس قسم کے کفارہ کا ذکر آیا ہے جس میں بعض گناہوں کی سزا جرمانہ یا قربانی لکھی ہے اور اسکو کفارہ کہا ہے، ملاحظہ ہو احبار ۲۶/۲۰-۱۱-۱۵ لہذا حسب منطوق قرآن و بائیبل کفارہ سے مراد یہی سزا ہے جو قید نہ ہو بلکہ جرمانہ یا خیرات یا

...بانی یا روزے وغیرہ اور وہ بھی خطاکار خود ادا کرے نہ کہ اسکے عوض کوئی دوسرا شخص
بالآخر کفارہ عیسویت کی تردید میں قرآن مجید کی آیات پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰی حِمْلِهَا لَا یُحْمَلْ مِنْهُ شَیْءٌ وَلَوْ کَانَ ذَا قُرْبٰی ۳۵/۱۸ ترجمہ:۔ اور بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا، اور کوئی بوجھ میں دبا ہوا اپنے بوجھ کے لئے کسی کو بلائے تو اس کے بوجھ میں سے کچھ بھی نہ اٹھایا جا سکے گا، خواہ وہ کوئی قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ (یہاں بوجھ سے مراد گناہ کی سزا ہے)

۲۔ وقال الذین کفروا للذین آمنوا اتبعوا سبیلنا ولنحمل خطایاکم وما هم بحاملین من خطایاهم من شیء انهم لکاذبون ۲۹/۱۲ ترجمہ:۔ اور کافر لوگ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے راستے کی پیروی کرو۔ اور ہم تمہارے گناہوں کی سزا برداشت کریں گے، حالانکہ وہ ان کے کسی گناہ کی سزا بھی برداشت نہیں کر سکیں گے وہ جھوٹے ہیں۔

خلاصہ بحث

کفارہ کا عقیدہ سہولت پسندی کے جوہر کا غلط استعمال ہے، آدم کے گناہ سے کل بنی آدم کا گنہگار ہو جانا غلط ہے کیونکہ روح ہر ایک کا الگ ہوتا ہے اور نہ حضرت مسیح علیہ کو نعوذ باللہ گنہگار ماننا پڑیگا کیونکہ آپ کے نسب نامہ میں بقول بائبل بعض مرد اور عورتیں گناہ کبیرہ کی مرتکب پائی جاتی ہیں۔ ہر دو قسم کے گناہوں کی سزائیں عیسائیوں میں موجود ہیں لہذا کفارہ باطل ہے۔ اگر پہلی امتیں بغیر کفارہ کے نجات پا گئیں تو کفارہ باطل بصورت دیگر خدا کا قصور کہ پہلی امتوں کو کفارہ سے محروم رکھا۔

محمد یوسف گرنتھی
سیکرٹری۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ملتان (ماہ مئی سنہ ۱۹۵۹ء)